۳۶واں باب

نبوّت کا پانچواں سال (جاری)

ہجرت کا اشارہ

۳۶واں باب

ہجرت کا اشارہ

عیسائیت کے ساتھ ڈائیلاگ کی تیاری

نبوّت کا پانچواں سال اپنے وسط سے گزر رہا ہے۔ نصاریٰ سے پوچھ کر جو سوالات نبی ﷺ کے سامنے امتحان کی غرض سے رکھے گئے تھے اُن کا کافی شافی جواب سورہ الکھف میں مل چکا ہے۔ سردارانِ اہلِ مکّہ کے سامنے تو نفس کے تانے ہوئے بہت سارے حجابات تھے، انھیں تو اُس وقت بات نہ ماننی تھی، مگر نصاریٰ کو جب سورۂ کہف کے ذریعے اپنے جوابات کا علم ہوا ہوگا تو اُن کا ردِّ عمل کیا رہا تھا؟ ہمیں تاریخ و روایات میں اس کا جواب نہیں ملتا۔ مگر ایک بات واضح ہوتی ہے کہ نصاریٰ کے ساتھ سلسلہ جنبانی کا آغاز ہو گیا۔ اللہ رب العالمین جو اس ساری کائنات کے نظام کو چلا رہا ہے۔ سورج، چاند کو نکالنے والا، ہواؤں کو چلانے والا اور مختلف تہذیبوں، تمدنوں کو برپا کرنے والا، حکومتوں کو قائم اور زیر و زبر کرنے والا ہے۔ اپنے اِن کاموں کو ایک ترتیب سے وقوع پذیر ہونے کے لیے ایک سلسلہ اسباب کو روزِ ازل سے جو اُس نے حرکت دی ہے، اُسی منصوبے کے مطابق وہ کام انجام پا کر آنے والے کاموں کے لیے اُس کی حکمت سے وجہ سبب بن جاتے ہیں۔ چناں چہ نبوّت کے اس پانچویں سال کے وسط میں سورۂ کہف کے بعد جب سورۂ مریم نازل ہوئی تو وہ نزول کے عین موقع پر کفّار مکّہ کی جو کیفیات اور ذہنی الجھنیں تھیں اُن سے تعارض کرتی اور مومنین کے لیے اُس وقت کی مناسبت سے تذکیر و تربیت کا سامان لیے ہوئے تھی۔ اُس وقت یہ نہیں جانا جا سکتا تھا کہ صرف چند ہی ماہ بعد یہ سورۃ مہاجرینِ حبشہ کے لیے ایک عظیم علمی دفاعی آلہ اور دعوتِ دین کا ایک بڑا ذریعہ بھی بن جانے والی ہے۔ دورِ نبوّت کی تاریخ کا بنظرِ غائر جب ہم آج جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس سورۃ کے نزول کے ساتھ مشیئتِ الٰہی یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ مکّہ اب اصل

مرکزی میدانِ دعوت نہیں ہے بلکہ دعوت کے لیے نئے افق تلاش کرنا نبی ﷺ اور آپ کے اہلِ ایمان رفقائے کار کے لیے ایک نیا محاذ ہے اور یہ کہ جن کی قسمتوں میں مکّہ سے باہر پہلا ہدف بننا تھا وہ نصاریٰ تھے جن کے اسلاف نے من انصاری الی اللہ کی پکار کے جواب میں بابانگ دہل ہمت و جرات سے کہا تھا نحن انصار اللہ۔ آج انھیں دوبارہ پکارا گیا تھا، چاند پھر اِن کے صحن میں اترا تھا، مگر آج قسمت نے یاوری نہ کی، یہود کی طرح نصاریٰ نے عناد اور ہمہ وقت پیٹ میں چھرا گھونپنے کا کام تو نہیں کیا مگر انصارِ یثرب کی طرح اللہ کے نبیؐ کو اپنے گھر نہ لے جا سکے۔ مکّہ کے بعد حبش کی پھر طائف کی، نجران کی، یمن کی، جس جس طرف نظر اُٹھی، کسی کی قسمت نہ جاگ سکی، قسمت جاگی تو بس یثرب کی جاگی تھی۔ وہ بِنائے ابراہیم اور مولود النبی ﷺ جیسے عظیم شہر سے بھی آگے نکل گیا۔ اس موضوع پر اِن شاءاللہ سنہ دس نبوی کے احوال و تنزیلات پر گفتگو کے دوران بات ہو سکے گی۔

اہلِ ایمان طرح طرح کی آزمایشوں سے گزر رہے ہیں، اُن میں سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ وہ ایک طرح کے غیر اعلانیہ معاشرتی اور معاشی مقاطعے [۳۳] کا شکار ہیں۔ خود اُن کے اپنے رشتہ داروں اور دوستوں نے اور اُن کی اپنی سوسائیٹی نے اُن کو نکوّ بنا کر چھوڑ دیا ہے، وہ اپنے ہی وطن میں تیسرے درجے کے شہری بن کر رہ گئے ہیں۔ اِن حالات میں مومنین، جو دیگر قریشیوں کی مانند ایک آزاد زندگی کے خوگر تھے، اپنے آپ کو ایک حبس کی کیفیت میں محسوس کر رہے ہیں۔ کیفیت یہ ہے کہ وہ اس آزمائش پر صابر و شاکر ہیں، اللہ کی جانب سے اُس کی مدد کے منتظر ہیں اور ہر آن اُن کی نظریں اس بات پر لگی رہتی ہیں کہ اللہ کی طرف سے کیا ہدایات آتی ہیں۔ کیا آیات نازل ہوتی ہیں۔ اِن حالات میں روح الامین فرشتوں کے جھرمٹ [۳۴] میں تشریف لاتے ہیں اور آپ کے قلبِ مبارک پر سورۃ مریم القا کرتے ہیں۔

یہ سورۃ اُس وقت تو مخاطبین اوّل سردارانِ اہلِ مکّہ کو یہ سمجھا رہی تھی کہ کس کس طرح اللہ کے

---

۳۳ بنو ہاشم کا مشہور اعلانیہ مقاطعہ اس موقع کے کم و بیش ڈیڑھ سال بعد سنہ ۷ نبوی میں شروع ہوا۔

۳۴ دیکھیے تفہیم القرآن، سورۃ مریم حاشیہ ۳۹

جلیل القدر انبیا اور خصوصاً ابراہیمؑ، موسیٰؑ، اسمٰعیلؑ، ادریسؑ، اسحٰقؑ اور یعقوبؑ علیہم الصلوٰۃُ والسّلام جن کو تم جانتے اور مانتے ہو، ایک اللہ کے پرستار تھے اور ہر شرک سے بے زار تھے۔ تمھیں کیا ہوا ہے کہ ان کے نقشِ قدم پر چلنے سے گریزاں ہو؟

ابرہیم علیہ السلام پر جب زمین تنگ ہوئی تو انھوں نے اپنے وطن کو خیر باد کہہ دیا تھا، ابراہیم علیہ السلام کے اللہ کی راہ میں اس ترکِ وطن میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کے لیے ایک سبق ہے۔ یہ سورۃ اہلِ ایمان کو ایک واضح اشارہ دیتی ہے کہ حبس کی کیفیت میں مزید مکّہ میں زندگی گزارنا بہتر نہیں ہے۔ مگر ابراہیمؑ، موسیٰؑ، اسمٰعیلؑ، ادریسؑ، اسحٰقؑ اور یعقوبؑ علیہم الصلوٰۃُ والسّلام کے تذکروں سے پہلے یہ سورہ یحییٰؑ اور عیسیٰؑ، زکریاؑ، مریمؑ علیہم الصلوٰۃُ والسّلام اور مریم علیہا السلام کی والدہ عمران کی بیوی کا تذکرہ کرتی ہے اور سیدھا سا ایک سبق ہے کہ کس طرح اللہ کے نیک بندوں نے توحید کا علم اُٹھایا، ایک اللہ پر توکل کیا اور ساری زندگی اپنے ہم وطنوں کی جانب سے ناقدری اور گناہوں کی جانب میلان سے آلودہ زندگی کے باوجود انبیا اُن کو اللہ کی طرف بلاتے رہے۔ آنے والی سطور میں ہم اس سورۃ کے مفہوم کا مرحلہ وار مطالعہ کرتے ہیں۔

یحییٰ علیہ السلام کی پیدایش

ہیکل کی خدمت پر متعدد خاندان مامور تھے۔ اُن خادموں میں سے ایک زکریا تھے جو بیت المقدس کی خدمت پر مامور تھے۔ زکریا، قرعہ ڈالنے کے بعد جب مریم کے کفیل اور نگہبان بنے اُس وقت وہ بوڑھے ہو چلے تھے اور ان کی بیوی چوں کہ بانجھ تھیں، اس لیے لاولد (بے اولاد) بھی تھے۔ زکریا کی زوجہ مریم کی بہن یا خالہ تھیں۔ مریم اُن کی سرپرستی میں جوان ہو گئیں۔ زکریا نے مریم کے لیے مسجد میں ایک مناسب جگہ مقرر کر دی تھی جہاں وہ ہمہ وقت عبادت میں مصروف رہتیں۔ جب وہ مریم کے پاس جو اُن کے لیے بیٹیوں کی طرح تھیں، اللہ کی عطا کردہ علم و دانش اور غیب سے نازل ہونے والا رزق دیکھتے تو اُن کے دل میں یہ خیال مچلتا کہ کاش اُن کا کوئی بیٹا ہوتا، جو اسی طرح اللہ کا مقرب ہوتا اور اُس کے دین کا علم بردار بنتا۔ انھوں نے اللہ سے دعا کی کہ اُن کو جانشین عطا کیا جائے اور اس پر انھیں ایک بیٹے کی بشارت ہوئی جس پر وہ بہت حیران ہوئے۔ اللہ کی بات

پوری ہوئی اور اُن کے گھر میں بیٹے کی ولادت ہوئی جس کا نام اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق یحییٰ رکھا گیا۔ اللہ کی حکمت اور مرضی بھی یہی تھی کہ انھی دنوں کنواری مریم بھی بغیر کسی مرد کے ہاتھ لگائے حاملہ ہو جائیں اور یحییٰ کی پیدائش کے چھ ماہ بعد عیسیٰ ابنِ مریم کی پیدائش ہو۔

۵۴: سُوْرَةُ مَرْيَم [۱۹—۱۶: قال الم اقل]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کٓھٰیٰعٓصٓ [۳۵] ۔ یہ اللہ کا کلام اُن اکرام و انعامات کا تذکرہ لیے ہوئے ہے جو اُس اپنے خاص بندے زکریا پر کیے تھے۔ اُس وقت کا تصور کرو جب وہ عمرِ آخر میں اپنی قوم کی بے راہ روی پر فکر مند ہو کر راز و نیاز سے اپنے رب کے سامنے فریادی ہوا کہ: اے میرے پروردگار! میری ہڈیاں تک گُھل کر کھوکھلی ہو چلیں اور سر بڑھاپے سے بھڑک اُٹھا ہے۔ میرے مالک و پالنہار میں سراپا تیری اس عنایت کا اقراری ہوں کہ جب بھی میں نے تجھ سے دُعا مانگی تو کبھی ایسا نہ ہوا کہ تو نے شرفِ قبولیت نہ بخشا ہو۔ اب وقت یہ آ پہنچا ہے کہ میں اپنے مرنے کے بعد اپنے پیچھے اپنی قوم کے راہِ راست سے بھٹک جانے کا خوف کھاتا ہوں، تو جانتا ہے کہ لاولد ہوں کہ بیوی میری بانجھ ہے۔ پس تو مجھے اپنے فضلِ خاص سے یَّرِثُنِیۡ وَیَرِثُ مِنۡ اٰلِ یَعۡقُوۡبَ ۖ ایک جانشین [۳۶] عطا کر دے جو میرے رشدُ وہدایت کے کام کو جاری رکھے اور آلِ یعقوبؑ کی روایات کو زندہ رکھے اور اے رب! وَاجۡعَلۡہُ رَبِّ رَضِیًّا ﴿۶﴾ اُس کو ایک پسندیدہ اخلاق والا بنائیو۔

زکریاؑ نے اِس خلوص و عاجزی سے اپنے رب کی رحمت پر کمند ڈالی کہ وہ آنِ واحد میں قبولیت سے سرفراز ہوئی اور جواب بشارت آیا کہ: اے زکریا، ہم تجھے ایک بیٹا عطا کیے دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ رکھنا۔ ہم نے اِس جیسا بلند اخلاق اور اس نام کا کوئی انسان پہلے پیدا نہیں کیا۔ زکریاؑ نے اپنے رب کے ساتھ اس بے پایاں عنایت کا یقین کرتے ہوئے اس طور شکریہ ادا کیا کہ پروردگار، میرے ہاں بیٹا ہوگا؟؟ میں یقین کرتا ہوں جب کہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں عمر رسیدگی کی اس حد کو پہنچ گیا ہوں جب کچھ نہیں ہوتا۔ جواب آیا کہ ایسا ہی ہوگا۔ تیرے رب کا فرمان ہے کہ یہ تو میرے لیے بڑی

---

۳۵ قرآن مجید کی یہ واحد سورۃ ہے جس کے آغاز میں ایک ساتھ پانچ حروفِ مقطعات آئے ہیں۔

۳۶ آپ کی دعا کے الفاظ یَّرِثُنِیۡ وَیَرِثُ میں وراثت سے مراد مال و دولت کی وراثت نہیں، جیسے اہلِ تشیع حضرات کا کہنا ہے، اور بعض اہلِ سنت علماء نے بھی یہ بات کہہ دی ہے۔

آسان بات ہے، آخر اس سے پہلے میں تجھے نیست سے ہست میں لا چکا ہوں وَّ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ تَكُ شَيْـًٔا (اس وقت پیدا کر چکا ہوں جب تو کوئی چیز نہ تھا۔) خوشی و شادمانی نے زکریاؑ کو اور ہمت دلائی اور وہ یوں اپنے رب سے گویا ہوا کہ پروردگار، کوئی نشانی مقرر فرما کے اپنی اس عطا پر مہر ثبت فرما دے۔ فرمایا گیا کہ تیرے لیے نشانی یہ ہے کہ تُو پیہم تین دن گونگا رہے گا اور لوگوں سے اشاروں سے ہی بات کر سکے گا۔ پھر وہ محراب (جہاں وہ اعتکاف میں اپنے رب سے دعا، آہ وزاری اور باتیں کر رہا تھا) سے نکل کر اپنی قوم کے سامنے آیا اور اشاروں اشاروں میں اُن کو ہدایت کی کہ صبح و شام تسبیح کرو۔

اے لوگو! کتابِ الٰہی[۳۷] میں اب ذرا یحییٰؑ کا تذکرہ سنو، ہم نے اُسے کہا تھا کہ اے یحییٰ، اللہ کی کتاب پر مضبُوطی کے ساتھ عمل کرو، اُس پر ہمارا یہ بے پایاں انعام تھا کہ اُسے بچپن ہی میں سنِ رشد والی قوتِ فیصلہ اور حق و باطل کی تمیز عطا کر دی تھی۔ اُس کے قلب کو سوز و گداز اور پاکیزگی سے بھر دیا تھا، چناں چہ وہ اللہ سے ڈرنے والا، برائیوں سے دور رہنے والا اپنے والدین کا فرماں بردار و خدمت گار تھا، خود سری اور بے جا سختی اور نافرمانی اُس کے قریب بھی نہ پھٹکی تھی۔ ملائکہ نے اُس کا سلام و مبارک بادی سے استقبال کیا جس روز وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ مرا اور جس روز وہ زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا، وَ سَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا۔ [مفہوم آیات ۱ تا ۱۵]

یہاں ذکریا اور یحیٰؑ کا قصّہ اختتام کو پہنچا اور اب آگے مریم اور عیسیٰؑ کا قصہ بیان ہو رہا ہے۔

مریم علیہا السلام کی پیدائش

جب قبیلہ عمران کی ایک خاتون نے (یا قبیلہ عمران کے کسی مرد جس کا نام بھی عمران تھا اُس کی بیوی نے) جو مریم علیہا السلام کی ماں بننے والی تھیں، اپنے بطن میں حمل محسوس کیا تو یہ منت مانی کہ جس بھی ہستی کا اُن کے پیٹ میں حمل ٹھہرا ہے اور پرورش پا رہی ہے اُسے وہ اللہ کی خدمت و عبادت کے لیے ابھی سے وقف کر رہی ہیں، اُن کی خواہش تھی کہ ایک بیٹا پیدا ہو جو دین کی خدمت کرے، مگر اُن کے یہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی اور انھوں نے اُسی کو اپنی منت کے مطابق وقف کر دیا۔ لڑکی کے

[۳۷] کتاب سے مراد یہاں زبور، تورات اور دیگر صحائف ہیں، جو اس وقت بنی اسرائیل کے درمیان موجود تھے۔

جوان ہونے پر مسئلہ یہ تھا کہ ہیکل کے مجاوروں میں سے کس کی سرپرستی میں وہ رہیں؟ مریم علیہا السلام کے لیے کنواری لڑکی ہونے کی بنا پر یہ ایک نازک مسئلہ بن گیا تھا کہ خادمانِ مقدس (مراد بیت المقدس ہے جسے ہیکل بھی کہتے ہیں) میں سے کون اس لڑکی کی پرورش کی ذمے داری اُٹھائے گا، کیوں کہ اُس کی ماں نے تو پیدائش سے قبل ہی اُس کو بیت المقدس کی خدمت، عبادت اور تبلیغِ دین کے لیے وقف کر دیا تھا۔ رائج طریقے کے مطابق متعدد خادمان ہیکل کے ناموں کے درمیان مریم علیہا السلام کی سرپرستی اور نگہداشت کے لیے قرعہ اندازی ہوئی اور خادمانِ بیت المقدس میں سے زکریا علیہ السلام کے نام قرعہ نکل آیا۔ زکریا علیہ السلام جب مریم علیہا السلام کے کفیل اور نگہبان بنے تو اُس وقت وہ بوڑھے ہو چلے تھے۔

عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش

ان ہی ایام میں جب زکریاؑ کی عمر رسیدہ بانجھ بیوی کے بطن میں یحییٰ کا حمل پرورش پا رہا تھا، کنواری مریم علیہا السلام کو بشارت ہوئی کہ اُن کے پیٹ سے بن باپ کے عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوں گے۔ اِس پر وہ بہت گھبرائیں اور حیران ہوئیں مگر اللہ کی بات پوری ہوئی اور یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کے ٹھیک چھ ماہ بعد اُن کے بطن سے عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور جب اُن کی قوم نے اُن کو بغیر شادی کے بچہ لانے پر ملامت کی اور کہا کہ تونے یہ کیا کام کیا؟ تو انھوں نے بچے کی طرف اشارہ کر دیا کہ خود اسی بچے سے یہ معاملہ پوچھو۔ انھوں نے کہا کہ ہم اس بچے سے ماجرا کیسے دریافت کریں جو ابھی پالنے میں پڑا ہے، مگر یہ ہوا کہ اللہ کی قدرت اور اُسی کے حکم سے عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے پالنے ہی سے خود سارے مجمع کو خطاب کیا اور بتایا کہ وہ اللہ کے نبی ہیں۔

اے لوگو! کتابِ الٰہی میں اب ذرا مریمؑ کا قصّہ سنو، جس وقت وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر مقدس (ہیکلِ سلیمانی) کے مشرقی گوشے میں پردہ ڈال کر عبادت میں مصروف لوگوں سے چھُپی، معتکف بیٹھی تھی۔ ہم نے اپنا فرشتہ کامل مرد کی صورت میں اُس کے پاس بھیجا۔ مریمؑ نے اُسے کہا کہ اگر تُو کوئی اللہ سے ڈرنے والا ہے تو میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں۔ اُس نے کہا میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں اور اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکے (کی بشارت) کو عطا کروں۔

مریم نے کہا میرے ہاں کیسے بیٹا ہو سکتا ہے؟ جب کہ مجھے کسی مرد نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ میں کوئی بدکار عورت نہیں ہوں۔ فرشتے نے کہا ایسا ہی ہوگا جیسا کہ بتایا گیا، تیرے رب کا ارشاد ہے کہ ایسا کرنا میرے لیے بہت آسان ہے اور ہم یہ اس لیے کریں گے کہ وہ لڑکا ہمارا رسول ہو اور ہم دنیا والوں کے لیے اپنی جانب سے ایک رحمت بنادیں ۔اللہ کا یہ طے شدہ کام ہو کر ہی رہنا ہے، وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔

پھر ہمارے فیصلے کے مطابق بغیر کسی مرد کے ہاتھ لگائے کنواری مریم کو اُس لڑکے کا حمل ٹھہر گیا جس کی اُس کو بشارت دی گئی تھی اور وہ لوگوں کی ملامت کے خوف سے حمل کو لیے ہوئے بیت المقدس سے دُور ایک مقام[38] پر چلی گئی۔ پھر وضعِ حمل [ڈلیوری] کا وقت آنے پر دردِزہ کی تکلیف میں ایک کھجور کے تنے کے پاس پہنچ گئی[39]، جہاں بے ساختہ اُس کے منہ سے نکلا: اے کاش میں اس سے پہلے ہی مر چکی اور بے نام و نشاں بھولی بسری چیز ہو چکی ہوتی۔ قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا اللہ نے اپنی بندی کی تسلی کے لیے فرشتے کو بھیجا جس نے مریم کو پائنتی سے پکار کر دلاسہ دیا اور یوں کہا[40]: غمگین نہ ہو، تیرے رب نے تیرے لیے تیرے برابر ہی ایک چشمہ رواں کر دیا ہے۔ اور تُو ذرا اِس درخت کے تنے کو تو ہلا، تجھ پر تروتازہ کھجوریں جھڑنے لگیں گی۔ پس مزے سے کھا اور پی، تو اپنی آنکھوں (قلب و روح کو) کو اِس انعام (نومولود بچے) سے ٹھنڈی پائے گی۔ پس اپنے رب کے شکریے کے لیے حمد و تسبیح اور لوگوں سے گفتگو پر خاموشی کا روزہ رکھ۔ اور اگر کوئی آدمی آجائے اور تجھ پر معترض ہو تو اُس کو اشاروں سے سمجھا دے کہ میں نے رحمان کے لیے چپ رہنے کی نذر مانی ہے، اس لیے آج میں کسی سے بات نہ کر سکوں گی۔

---

[38] بیت اللحم جو ہیکلِ سلیمانی سے آٹھ میل کے فاصلے پر تھا۔

[39] کھجور کے تنے کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ یہ درد کی شدت کو برداشت کرنے کا ایک طریقہ ہے۔

[40] فرشتے کے بجائے یہ بیان عیسیٰ علیہ السلام کا بھی ہو سکتا ہے، تبھی تو مریم علیہا السلام کو حوصلہ ملا کہ وہ بچے کو اپنی قوم میں لے گئیں، اُن کے علم میں تھا کہ بچہ بولتا ہے تبھی آیت ۲۸ میں مریم علیہا السلام نے لوگوں کو بچے کے ساتھ بات کرنے کی تجویز دی۔

لڑکے (عیسیٰ علیہ السلام) کی پیدائش کے بعد مریم علیہا السلام نومولود Neonate کو گود میں لیے ہوئے اپنی قوم میں واپس آئی۔ لوگ کہنے لگے اے مریمؑ! یہ تُونے کیا کیا؟ بڑا گناہ کر ڈالا! اے ہارون کی بہن[41]، نہ تمھارا باپ کوئی بُرا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی کوئی بُری عورت تھی۔ Call-Girl/ Prostitute, مریم نے اشاروں میں اُن سے بچے کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ تہمتیں جو تم مجھ پر لگا رہے ہو اُن کی حقیقت اِسی بچے سے پوچھو کہ کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا: ہم اِس سے کیا بات کریں جو گود میں پڑا ایک نومولود بچہ ہے بچہ یہ سنتے ہی گود ہی سے بول اُٹھا: میں اللہ کا بندہ ہوں۔ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۗ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِيْ نَبِيًّا اُس نے مجھے کتاب عطا فرمائی، اور نبی بنایا ہے اور جب تک میں زندہ رہوں میرا وجود سراپا خیر و برکت کا منبع ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کروں جب تک میں زندہ رہوں، اور اپنی ماں کا فرماں بردار بنایا ہے اور مجھے سرکش اور بدبخت نہیں بنایا۔ مجھ پر سلامتی ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جب میں مروں اور جب زندہ کر کے اُٹھایا جاؤں۔ وَ السَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا۔ [مفہوم آیات ۱۶ تا ۳۳]

اگلی آیات ملاحظہ فرمائیں، مکّہ کے ماحول میں اِن کا تعلق مخاطبین سے نظر نہیں آرہا ہے، یہاں عیسائی نہیں بستے، ورقہ بن نوفل ایک تنہا عیسائی تھے جو زمانہ قبل وفات پا چکے ہیں، ہاں البتہ اپنے تجارتی راستوں سے گزرتے ہوئے قریش، نصاریٰ کے مشہورِ عام خیالات اور اوہام سے واقف تھے۔ ابرہہ کے نصاریٰ میں سے ہونے کے باعث اور پھر اُس کے کعبے کو ڈھانے کے ارادے سے مکّہ پر حملہ آور ہونے نے قریش کو نصاریٰ سے بہت بدظن کر دیا تھا، تاہم اب قریش اپنے کلچر، حکم رانی اور قیادت و سیادت کو چیلنج کرنے والے خطرۂ عظیم یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے نبٹنے کے لیے عیسائیوں کا تعاون حاصل کرنے پر آمادہ تھے اور اسی بنا پر اصحاب کہف کا قصّہ جو محدود پیمانے پر نصاریٰ کے درمیان ہی جانا جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تھا۔ اِن ساری باتوں کے باوجود اپنے نزول کے وقت اہلِ ایمان اور مخالفین کے لیے اس تفصیل کے ساتھ گذشتہ آیات میں زکریا، یحییٰ، مریم اور عیسیٰؑ علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے تذکرے اور آنے والی آیات میں عیسائیوں کے عقائد پر شدید تنقید یہ مطالبہ کرتی ہے کہ تفکر و تدبر سے یہ متعین کیا جائے کہ اِن قصص اور شدید تنقید کے مخاطب کون

[41] یہ ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام بن عمران نہیں ہیں، کیوں کہ ان دونوں کے درمیان بہت صدیوں کا فاصلہ ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انبیا علیہم السلام کے نام پر نام رکھے جاتے تھے۔

تھے اور وہ کیا دعوتی اور تربیتی ضروریات تھیں جو اِن آیات کے اس موقع پر نزول کا سبب بنیں۔

پیروانِ عیسیٰ کا راہِ راست سے انحراف اور شرک میں ملوّث ہونا

نزول کے موقع پر اِن آیات کے مخاطبین محمد ﷺ کے رفقا ہیں۔ مقصودِ اوّل اِن کی انبیا کی تاریخ سے علمی استعداد کو بڑھانا ہے۔ ثانیاً اہلِ کتاب میں در آنے والی خامیوں سے آگاہی مقصود ہے تاکہ آیندہ امتِ مسلمہ اِن خرابیوں کا شکار نہ ہو۔ اہلِ ایمان کے ساتھ قریش بھی شرک کی شناعت اور ساتھ ہی شفاعت کے خود ساختہ اوہام کی حقیقت جان لیں اور اِن کی روشنی میں اپنے خود ساختہ دیومالائی دین کی لایعنیت اور لغویت کو بھی جان جائیں۔ اِن آیات میں جن امور کو ہدفِ تنقید بنایا گیا ہے، وہ عقائد میں شرک کی آمیزش اور عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کی شان میں اس حد درجے غلو کہ اُن کو اُلوہیت کے درجے[42] میں، حاجت روائی اور مشکل کشائی کے درجے پر فائز کرنا اور اس وہم میں مبتلا رہنا کہ یہ بزرگ خاتون اور ان کا بیٹا دونوں مل کر روزِ قیامت اِن کے گناہوں کو اللہ سے معاف کروالیں گے اور ان کی شفاعت کرا سکیں گے۔

> لوگ عیسیٰؑ کی حقیقت کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں۔ یہاں جو کچھ عیسیٰؑ ابنِ مریم کے بارے میں بیان کیا گیا ہے، وہی اُن کی اصل حقیقت ہے، بس! اللہ کے مرتبے سے یہ بہت گری بات ہے کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔ اس جھوٹے بہتان سے تو وہ ذات پاک ہے۔ عیسیٰؑ کی بن باپ کے پیدائش کے بارے میں کسی حیرانی کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اللہ جب کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا، اور بس وہ ہو جاتی ہے۔ اس میں حیرانی کی کیا بات ؟ اور عیسیٰؑ نے تو برملا اعلان کیا تھا کہ اللہ میرا رب بھی ہے اور تمھارا بھی، پس تم اس کی بندگی کرو، یہی سیدھی راہ ہے۔
>
> مگر پھر پیروانِ عیسیٰؑ کے درمیان اس حقیقت کے بارے میں مختلف گروہ باہم اختلاف کرنے لگے۔ سو اُن لوگوں کے لیے جنھوں نے اصلی حقیقت یعنی عیسیٰؑ کے اللہ کے بندے اور بشر ہونے کا انکار کیا اور انھیں اللہ کا بیٹا بنا کر خدائی کے مرتبے پر فائز کر دیا ان کے لیے اُس ہولناک دن کی حاضری

[42] جو یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ ہیں، یا اللہ کے بیٹے ہیں یا تین میں سے ایک ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی افترا پردازی سے بہت بلند اور بالاتر ہے۔

بڑی تباہی کا باعث ہو گی جب وہ ہمارے سامنے حاضر ہوں گے۔ اُس روز وہ خوب سُن رہے ہوں گے اور خوب دیکھ رہے ہوں گے مگر آج یہ ظالم حق کو سننے اور دیکھنے کے لیے بہرے اور اندھے بنے ہوئے ہیں۔ اے محمدؐ! انھیں اُس حسرت والے دن سے ڈرادو جب کہ فیصلہ کر دیا جائے گا اور پچھتاوے کے سوا کوئی مداوا نہ ہوگا۔ آج یہ لوگ غافل ہیں اور ایمان نہیں لارہے ہیں، بلاشبہ ہم ہی زمین پر بسنے والوں اور اس میں پائی جانے والی ساری چیزوں کے وارث ہوں گے اور سب ہماری طرف ہی لوٹائے جائیں گے۔ [مفہوم آیات ۳۴ تا ۴۰]

اللہ کی خاطر ترکِ وطن کے لیے اہلِ ایمان کی ذہن سازی

اگلی آیات میں یاد دلایا جارہا ہے کہ مکّہ میں جس طرح اہلِ ایمان پر زندگی تنگ کر دی گئی تھی، اُسی طرح ابراہیم بھی ایسے ہی حالات میں اپنے باپ اور خاندان اور اہلِ ملک کے روّیے سے دوچار ہوئے تھے۔ انھوں نے تنگ آکر وطن چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس واقعے کا تذکرہ ایک جانب اہلِ ایمان کے لیے ہجرت کی جانب پہلا اشارہ ہے اور مومنین کو یہ امید دلائی گئی ہے کہ جس طرح ابراہیم وطن سے نکل کر ناکام و نامراد نہیں ہوئے بلکہ اور زیادہ اپنے مقصد میں کام یاب ہو گئے، ایسا ہی انجامِ نیک تمھارا انتظار کر رہا ہے۔ وہ مسلمان جو دعوتِ ایمان اور مومنین دونوں ہی کے لیے ناسازگار وطن کو چھوڑنے کا ارادہ کر سکیں یعنی اللہ کے دین کو پھیلانے کے لیے اور اپنی آزادی و خودداری کے تحفظ کے واسطے گھروں سے نکلنے کا عزم کریں، یہ بشارت ہے کہ جس طرح ابراہیم اپنے خاندان و وطن سے کٹ کر برباد نہ ہوئے بلکہ الٹے سربلند و سرفراز ہو کر رہے، اسی طرح تم بھی برباد نہ ہو گے بلکہ وہ عزت پاؤ گے جو جاہلیت کے مارے کفّار مکّہ کے وہم و خیال میں آ بھی نہیں سکتی!

دوسری جانب اِسی واقعے سے دعوت کے انکاری قریش کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ آج یہ مسلمان ابراہیم کی جگہ کھڑے ہیں اور تم لوگوں نے اُن ظالموں کی پوزیشن سنبھالی ہے جنھوں نے تمھارے جدّامجد ابراہیم کو وطن سے نکلنے پر مجبور کیا تھا، ابراہیم تو وہ ہستی ہیں کہ تم اُن کو اپنا پیشوا مانتے ہو اور انھی کی اولاد ہونے پر عرب میں اپنا فخر جتاتے ہو۔

اے لوگو! کتابِ الٰہی میں اب ذرا ابراہیمؑ کا قصّہ سنو، بلاشبہ وہ راستی کا علم بلند کیے راستی پر

چلنے والا اور اُس کی طرف لوگوں کو بلانے والا انسان اور ایک نبی تھا۔ اُس نے جاہلی تہذیب پر گامزن اپنے باپ سے کہا: ابّاجان آپ کیوں اُن کی عبادت کرتے ہیں جو نہ سُن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ آپ کا کوئی کام بنا سکتے ہیں؟ ابّاجان، میرے پاس ایک ایسا علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا، آپ میری بات مانیں میرے بتائے ہوئے طریقے پر چلیں، میں آپ کو زندگی گزارنے کا خالقِ کائنات کی طرف سے آیا ہوا صحیح اور سیدھا راستہ دکھاؤں گا۔ [مفہوم آیات ۴۱ تا ۴۳]

شیطان کی عبادت

ابّاجان آپ شیطان کی اُکسائی ہوئی ہوائے نفس اور سکھائی ہوئی عقل (جاہلیت) کی ماری تہذیب اختیار نہ کریں، شیطان تو رحمٰن کا بڑا ہی نافرمان ہے اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا۔ ابّاجان مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ رحمٰن کے عذاب میں گرفتار نہ ہو جائیں اور شیطان کے ساتھی بن کے رہ جائیں۔

باپ یہ سن کر غضب ناک ہوا اور ابراہیمؑ کو ڈانٹنے لگا، ارے کیا تُو میرے معبودوں سے برگشتہ ہو گیا ہے؟ ایسی باتوں سے اگر تُو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگ سار کر دوں گا۔ بس تُو مجھ سے دور ہو جا۔

ابراہیمؑ نے کہا: اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے میری اور آپ کی راہیں جدا ہیں۔ سلام ہے آپ کو، میں آپ کے لیے مغفرت کی دُعا کروں گا کہ میرا مالک مجھ پر بڑا مہربان ہے۔ میں آپ لوگوں کو چھوڑ رہا ہوں اور اُن ہستیوں کو بھی جنھیں آپ لوگ اللہ کے ماسوا حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے پکارا کرتے ہیں۔ میں تو اپنے خالق و مالک ہی کو پکاروں گا، اُمید ہے کہ اُس کو پکار کے کبھی نامراد نہ ہوں گا۔ پھر جب وہ جاہلی تہذیب کے مارے اپنے عزیز و اقارب اور ہم وطنوں سے اور اُن کے معبُودانِ غیر اللہ سے جُدا ہو گیا تو ہم نے اُس کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ جیسی برگزیدہ اولاد عنایت کی اور ہر ایک کو نبی بنایا اور ان کو اپنے فضل میں سے نوازا اور ان کو شہرتِ دوام دی وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾۔ [مفہوم آیات ۴۴ تا ۵۰]

اگلی آیات میں دوسرے انبیا کا ذکر کیا گیا ہے جس سے مخاطبین [اہلِ مکّہ کو] یہ بتایا جا رہا ہے کہ تمام انبیاؑ وہی دین لے کر آئے تھے جو تمھارے درمیان یہ صادق و امین، محمد ﷺ لائے

ہیں۔ انبیا کی وفات اور موت کے بعد ان کی امتیں بگڑتی رہی ہیں اور آج مختلف امتوں میں جو گم راہیاں پائی جارہی ہیں یہ اُسی بگاڑ کا نتیجہ ہیں۔ محمد ﷺ سلسلہ انبیا کے ایک فرد کی حیثیت سے اپنے مخاطبین کے سامنے کھڑے کیے گئے ہیں اور ایک واضح سوال اُن کے سامنے رکھا گیا ہے، کیا سابقہ امتوں کی مانند تم بھی نبی ﷺ کو جھٹلا کر اُسی انجام کو پہنچنا چاہتے ہو جہاں وہ پہنچ گئے ہیں؟ اہلِ ایمان کو تنبیہ کرتے ہوئے اہلِ کتاب کے لیے بھی اس میں وہ تذکیر موجود ہے جو نزول کے موقع پر تو نہیں مگر کچھ ہی مہینے بعد حبش میں نجاشی کو رُلا گئی تھی اور ایمان کی راہ پہ لے آئی تھی۔ فرمایا جارہا ہے کہ انبیا کے نقشِ قدم پر چل کر ہی ہمیشگی کی جنتوں کی طرف جایا جاسکتا ہے، جہاں امن اور چین کا یہ عالم ہو گا کہ کبھی لغو بات تک سننے کی نوبت نہیں آئے گی۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ یہاں یہ بات بھی بتائی گئی کہ انبیا کی امتوں میں زوال اور راہِ راست سے انحراف اُسی وقت آیا جب انھوں نے نماز سے بے پروائی برت کے اُسے ضائع کیا اور مومنین آخرت پرستی کے مقابلے میں خواہشاتِ نفس کے بندے بن گئے!

اے لوگو! الکتاب میں اب ذرا موسیٰؑ کا بھی تذکرہ سنو، وہ بھی بلاشبہ اخلاص ووفا کا علم بلند کیے ہمارا بھیجا ہوا رسول اور ایک نبی تھا۔ ہم نے اُس کو کوہِ طُور کے مبارک کنارے سے آواز دی اور راز و سر گوشی کی باتوں سے اس کو اپنے خاص بندوں میں شامل کرلیا، اور مہربانی کے ساتھ اُس کی درخواست قبول کر کے اس کے بھائی ہارونؑ کو بھی نبی بنا دیا کہ دعوتِ دین میں وہ اُس کا مددگار ہو۔

اب اِس کتاب میں اسماعیلؑ کا بھی تذکرہ کیجیے۔ وہ ہمارا رسُول اور نبی وعدے کا پکا، [اپنے وعدے کے مطابق ذبح ہونے کے لیے جس نے گردن چھری کے نیچے رکھی تھی] اور اپنے خاندان والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا، بے شک وہ اپنے مالک کا ایک پسندیدہ انسانِ مطلوب تھا۔ اور اب تذکرہ ہو ادریسؑ کا۔ وہ بھی راستی کا علم بردار بندہ ایک نبی تھا، ہم نے اُس کو رتبہ بلند عطا کیا۔

پیغمبروں میں سے یہ چند ہیں جن پر اللہ نے انعام و فضل فرمایا۔ یہ سب آدمؑ کی اولاد میں سے ہیں، اور اُن لوگوں کی نسل سے ہیں جنھیں ہم نے نوحؑ کے ساتھ کشتی پر سوار کیا تھا، اور ابراہیمؑ کی اولاد میں سے اور اسرائیلؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ یہ وہ بلند و بالا ہستیاں ہیں جن کو ہم نے ہدایت بخشی اور برگزیدہ کیا۔ ان سب کا حال یہ تھا کہ جب بھی رحمٰن کی آیات ان کو سُنائی جاتیں تو روتے

ہوئے سجدے میں گر جاتے تھے۔ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتُ الرَّحۡمٰنِ خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّ بُکِیًّا ۩ ﴿۵۸﴾ [یہ آیتِ سجدہ ہے، اس کو پڑھنے کے بعد سجدہ واجب ہے]

پھر ان انبیا کے بعد ایسے لوگ ان کے جانشین ہوئے جنھوں نے نماز سے لاپروائی برت کے اُسے ضائع کیا اور خواہشاتِ نفس کے پیچھے لگ گئے، چناں چہ عنقریب یہ لوگ اِس گم راہی کے انجام سے دوچار ہوں گے، سوائے اُن لوگوں کے جو توبہ کرلیں اور ایمان اور عملِ صالح سے آراستہ زندگی اختیار کرلیں، یہی لوگ جنت میں داخل ہوسکیں گے اور ان کی ذرا بھی حق تلفی نہ ہوگی۔ ان کے رہنے کے لیے ہیشگی کے باغات ہیں جن کا رحمٰن نے اپنے بندوں سے اَن دیکھی آخرت میں وعدہ کر رکھا ہے اور یہ اس آخرت کے وعدے پر یقین رکھتے ہیں کیوں کہ یہ غیب پر ایمان لائے ہیں۔ اور یہ وعدہ یقیناً پورا ہو کر رہنا ہے۔ وہاں اُن کو جو سب سے بڑی راحت نصیب ہوگی وہ یہ ہے کہ کوئی لغو اور بے ہُودہ بات نہ سُنیں گے، جنت میں داخلے پر ہر سو مبارک سلامت کی صدائیں سُنیں گے۔ اُن کا رزق انھیں سدا صبح و شام ملتا رہے گا۔ یہ وہ جنّت ہے جس کا مالک و مختار ہم اپنے بندوں میں سے اُن کو بنائیں گے جو اللہ سے ڈرتے ہوئے زندگی گزاریں گے، تِلۡکَ الۡجَنَّةُ الَّتِیۡ نُوۡرِثُ مِنۡ عِبَادِنَا مَنۡ کَانَ تَقِیًّا۔ [مفہوم آیات ۵۱ تا ۶۳]

اب سورۃ کا اختتام ہے، اختتامی خطاب میں اللہ تعالیٰ نے کفّار مکّہ کی گم راہیوں پر اُن کو دلیل سے سمجھایا بھی ہے اور جہنّم میں جو سلوک مجرمین کے ساتھ ہونے والا ہے اُس کو بیان کرکے ڈرایا بھی ہے اور کلام ختم کرتے ہوئے اہلِ ایمان کو خوش خبری دی گئی ہے کہ دشمنانِ حق کی ساری کوششوں کے باوجود بالآخر لوگوں کے دلوں پر تم حکومت کروگے اور لوگ تم سے محبت کریں گے۔

اے محمد ﷺ ہم اللہ کے فرستادہ فرشتے آپؐ کے رب کے حکم کے بغیر نہیں اُترا کرتے [۴۳]۔ ہمارے آگے پیچھے جو کچھ ہے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سب کا مالک وہی ایک اللہ ہے

[۴۳] یہ سورہ بڑی دیر کے بعد ایسے زمانے میں نازل ہوئی ہے جب کہ نبیؐ اور آپ کے صحابہ بڑے اضطراب انگیز حالات سے گزر رہے ہیں۔ حضور کو اور آپ کے صحابیوں کو ہر وقت وحی کا انتظار ہے تاکہ اس سے رہنمائی بھی ملے اور تسلی بھی حاصل ہو۔ جوں جوں وحی آنے میں دیر ہو رہی ہے اضطراب بڑھتا جاتا ہے۔ اس حالت میں جبریلؑ فرشتوں کے جھرمٹ میں تشریف لاتے ہیں۔ پہلے وہ فرمان سناتے ہیں جو موقع کی ضرورت کے لحاظ سے فوراً درکار تھا۔ پھر آگے بڑھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے اشارے سے یہ چند کلمات اپنی طرف سے کہتے ہیں جن میں اتنی دیر تک اپنے حاضر نہ ہونے کی معذرت بھی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرفِ تسلی بھی، اور ساتھ ساتھ صبر و ضبط کی تلقین بھی۔ یہ صرف کلام کی اندرونی شہادت

اور آپ کا رب بھُولنے والا نہیں ہے۔ وہی آسمانوں اور زمین کا اور اُن کے درمیان ساری چیزوں کا مالک ہے۔ پس آپ اُسی کی عبادت اور اطاعت و بندگی اور ابلاغ پر ثابت قدم رہیں۔ اے اہلِ مکّہ کیا تمھارے علم میں کوئی ہستی اُس کی ہم پایہ ہے ؟

اور انسان [۴۴] سوال کرتا ہے کہ کیا واقعی جب میں مر چکوں گا تو پھر زندہ کر کے نکالا جاؤں گا؟ کیا انسان کو یہ یاد نہیں کہ ہم نے اس سے پہلے اُس وقت اِس کو پیدا کیا تھا جب وہ کچھ بھی نہ تھا؟ پس تیرے رب کی قسم، ہم ضرور ان سب کو اور اِن کے ساتھ شیاطین کو بھی جہنّم کے سامنے جمع کر کے گھٹنوں کے بل (دوزانو) گرادیں گے پھر ہم ہر گروہ میں سے اُن اشخاص کو چھانٹ لیں گے جنھوں نے دنیا میں رحمٰن کے مقابلے میں زیادہ سر کشی دکھائی تھی [یعنی آئمۃ الکفر کو باہر نکالا جائے گا تاکہ جہنّم میں داخلے کے لیے بھی یہ پیشوائی کریں جس طرح دنیا میں یہ جاہلوں کے امام تھے] ہم جانتے ہیں کہ ان میں سے کون سب سے بڑھ کر جہنّم میں جھونکے جانے کا مستحق ہے۔ اے ناب کارو! تم میں سے تو کوئی ایسا نہیں ہے جو جہنّم میں جھونکا نہ جائے۔ تیرے رب کے ذِمےّ یہ تو ایک طے شدہ لازمی کام ہے۔ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا [مفہوم آیات ۶۴ تا ۷۱]

جہنّم میں کون لازماً جھونکا جائے گا؟ ظاہر ہے اس کے مخاطب وہ لوگ ہیں جن پر جہنّم میں داخل ہونے کا فیصلہ کر لیا گیا ہو گا، کہا جا رہا ہے کہ اب تمھاری داد فریاد بے کار ہے۔ تم سب کو لازماً جہنّم میں جانا ہے۔ صاحبِ تدبرِ قرآن لکھتے ہیں: 'ہمارے مفسرین نے اس کا مخاطب تمام بنی نوع انسان کو مان لیا ہے، چناں چہ وہ ہر شخص کے لیے، خواہ نیک ہو یا بد، جہنّم سے گزرنا ضروری قرار دیتے ہیں۔ بس اتنی خیریت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جہنّم پر پل صراط کے نام سے ایک پل ہو گا جس پر سے نیک لوگ تو گزر جائیں گے، البتہ وہ لوگ جہنّم میں پڑے چھوڑ دیے جائیں گے جو برے ہوں گے...... اِن حضرات کو قرآن کی وہ آیات یاد نہیں آیں جو سورۂ انبیا میں نیکوکاروں کے متعلق وارد ہوئی ہیں: اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿١٠١﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٢﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ [سورۂ انبیا آیات ۱۰۱-۱۰۳] ترجمہ: بے شک جن کے لیے ہمارا

ہی نہیں ہے بلکہ متعدد روایات بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں جنھیں ابن جریر، ابن کثیر اور صاحب روح المعانی وغیر ہم نے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے۔ [تفہیم القرآن سورۃ مریم حاشیہ ۳۹]

۴۴ بعثت بعد الموت کے منکر سوال کرتے ہیں۔

اچھا وعدہ ہو چکا ہے وہ اس جہنّم سے دور رکھے جائیں گے، وہ اس کا کھٹکا بھی نہیں سنیں گے اور وہ اپنی چاہت کی نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ اُن کو سب سے بڑی گھبراہٹ کی ساعت غمگین نہیں کرے گی اور فرشتے اس بشارت کے ساتھ اُن کا خیر مقدم کریں گے کہ یہ آپ لوگوں کا وہ دن ہے جس کا وعدہ کیا جارہا تھا'[تدبر قرآن، سورۂ مریم تشریح آیۃ ۷۲]

ہم ظالموں کو اُسی دوزانو یا اُکڑوں حالت میں پڑا ہُوا چھوڑ دیں گے۔ اور پھر [اللہ رب العالمین جہالت کے مارے بے ایمانوں، بدکاروں اور اُن کے لیڈروں سے نبٹ کر نیکو کاروں کی طرف متوجہ ہوں گے] پھر ہم اُن لوگوں کو ہر طرح کے خوف اور اندیشوں سے نجات دیں گے جو دنیا میں اللہ سے ڈرتے ہوئے زندگی گزارتے تھے۔

اِن لوگوں کو جب ہماری صاف اور واضح آیات سُنائی جاتی ہیں تو کفر کرنے والے مشرکین ایمان لانے والوں سے سوال کرتے ہیں کہ بتاؤ محمد ﷺ پر ایمان لانے والے اور اُن کا انکار کرنے والوں میں سے کون سوسائیٹی میں زیادہ مرتبے اور بہتر حالت میں ہے؟ سنو اور سوچو! ہم نے اِن سے پہلے کتنی ہی ایسی قوموں کو برباد و ہلاک کر چکے ہیں جو سروسامان اور ظاہری شان و شوکت میں اِن سے بہت بہتر تھیں۔ اِن سے کہو یہ رحمان کی شان ہے کہ جو لوگ گمراہی میں مبتلا ہوتے ہیں انھیں ڈھیل ملتی ہے مگر یہ ڈھیل بس اُسی وقت تک کے لیے ہے کہ عذابِ دنیا یا قیامت کی گھڑی [یا اپنی موت کی گھڑی] میں سے کوئی چیز دیکھ لیں جس کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے تب انھیں خوب معلوم ہو جائے گا کہ کس کا حال اچھا ہے اور کس کا خراب ہے اور حمائیتیوں کے اعتبار سے کون قوی تر ہے! اِس دنیا کی ظاہری شان و شوکت پر مرنے والوں کے مقابلے میں راہِ ہدایت اختیار کرنے والوں کو اللہ اُن کی ہدایت میں ترقی عطا فرماتا ہے۔ اور باقی رہ جانے والی تو نیکیاں اور اعمالِ صالحہ ہی ہیں جو تیرے رب کے نزدیک جزا اور انجام دونوں اعتبارات سے بہتر ہیں وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ مَّرَدًّا۔

بھلا دیکھا تم نے اُس شخص کو جو ہماری آیات کو ماننے سے انکار کرتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ بالفرض اگر قیامت واقع ہوئی تو تب بھی میں تو آخرت میں مال اور اولاد سے نوازا ہی جاتا رہوں گا! کیا اس نے غیب میں جھانک کر دیکھ لیا ہے یا اس نے رحمٰن سے کوئی عہد لے رکھا ہے کہ ہر حال میں اپنی بغاوت اور خطاؤں کے باوجود نوازا ہی جاتا رہے؟...... ہر گز نہیں، جو کچھ یہ بکتا ہے اسے ہم نوٹ کر

لیں گے اور اس کی یہ فضول باتیں،اُس کے لیے سزا میں اور زیادہ اضافے کا باعث ہوں گی۔ جس سر و سامان اور لاؤ لشکر پر یہ اکڑ رہا ہے وہ سب ہمارا ہے، دنیا ہی میں رہ جائے گا اور یہ تنِ تنہا خالی ہاتھ ہمارے سامنے حاضر ہو گا۔ [مفہوم آیات ۷۷ تا ۸۰]

اِن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے کچھ اِلٰہ بنا رکھے ہیں تا کہ وہ اِن کے پُشتیبان ہوں۔ کوئی پُشتیبان نہ ہو گا! وہ سب ان کی عبادت کا انکار کریں گے اور اُلٹے اِن کے مخالف بن جائیں گے۔ دیکھو ... کیا تم نہیں دیکھتے کہ قیامت کے بارے میں اِن کی ان فضول باتوں کی بنا پر ہم نے اِن منکرینِ قیامت پر شیاطین مسلط کر رکھے ہیں جو انھیں مخالفتِ حق کی راہ میں خُوب خُوب بڑھاوے دے رہے ہیں؟ اچھا، تو اب تم اِن کے عذاب کے مطالبوں سے تنگ آ کر اِن کے فیصلے کے لیے بے تاب نہ ہو، ہم نے اِن کو ڈھیل دی ہے اور اِن کے دن گن رہے ہیں۔ وہ روز جس کا وعدہ کیا گیا ہے، یقیناً آنے والا ہے اُس دن اس دنیا میں اپنے رب سے ڈرتے ہوئے زندگی گزارنے والوں کو مہمانوں کی طرح رحمٰن کے حضور لایا جائے گا۔ اور محمد ﷺ کے لائے ہوئے دین کی مخالفت کرنے والے مجرموں کو دوزخ کی طرف پیاسے جانوروں کی طرح دھکیلا جائے گا۔ مشرکین کے سارے مزعومہ شفاعت کا اختیار رکھنے والے کہیں نظر نہ آئیں گے اور کوئی سفارش لانے پر قادر نہ ہوں گے سوائے اُس کے لیے، کہ جس کے لیے خود رحمٰن سفارش چاہے اور سفارش کرنے والے نے اپنے رب سے اُس کی سفارش کی اجازت حاصل کی ہو۔

لوگوں میں سے بعض کہتے ہیں کہ رحمٰن نے اولاد بنا رکھی ہے..... سخت بے ہُودہ بات ہے جو تم لوگ گھڑ لائے ہو۔ یہ ایسا بہتان اور سنگین بات ہے کہ اس پر آسمان پھٹ پڑے، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ دھماکے سے گر جائیں کہ لوگوں نے اللہ کے لیے اولاد کی نسبت کی!..... ہائے ہائے !......یہ بات رحمٰن کے شایانِ شان نہیں ہے کہ وہ اولاد[۴۵] بنائے۔ زمین اور آسمانوں کے اندر جو بھی ہیں نبی، رسول پیغمبر، بزرگ ولی اور تمام بڑے بڑے صالح انسان سب اس کے بندے اور اُس کی مخلوق ہیں اور قیامت کے دن اُس کے حضور بندوں کی حیثیت سے پیش ہونے والے ہیں [خواہ وہ موسیٰ علیہ السلام ہوں یا عیسٰی علیہ السلام یا محمد ﷺ ہی کیوں نہ ہوں]۔

[۴۵] یہودیوں نے عزیرؑ اور عیسائیوں نے مسیحؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دیا۔ جب کہ قریشِ مکّہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔

اللہ کا سب پر کنڑول ہے اور اس نے ایک ایک کو شمار کر رکھا ہے۔ آج جن اللہ کے پیدا کیے بندوں کو یہ اس کی ذات میں شریک کر رہے ہیں وہ سب کل قیامت کے روز فرداً فرداً بندوں کی حیثیت سے یکہ و تنہا اس کے سامنے حاضر کیے جائیں گے۔

یقیناً جو لوگ ایمان لے آئے ہیں [مراد ہیں وہ لوگ جو اِن آیات کے نزول کے وقت محمد ﷺ کی دعوت پر ایمان لا چکے تھے] اور اعمالِ صالحہ کر رہے ہیں، اُن کا خالق و مالک رحمٰن ورحیم رب اُن کے لیے عوام النّاس کے دِلوں میں عقیدت اور محبت پیدا کر دے گا۔ پس اے محمدؐ، اِس کتاب کو ہم نے تمھاری زبان میں اسی لیے آسان بنا کر نازل کیا ہے کہ تم اللہ سے ڈر کر زندگی گزارنے والوں کو خوشخبری سُناؤ اور جھگڑالو لوگوں کو اُس کے عذاب سے ڈراؤ۔ ہم اِن سے قبل کتنی ہی جاہلیت کی ماری عاد اور ثمود کی قوموں اور تہذیبوں کو برباد کر چکے ہیں، پھر کیا آج کہیں تم اُن کا نام و نشان پاتے ہو یا اُن کی آہٹ بھی کہیں سُنائی دیتی ہے؟ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾ [مفہوم آیات ۸۱ تا ۹۸]

☆☆☆☆